دوسرا حادثۂ وفات پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی کا ہے جو فروری کی آخری تاریخوں میں پیش آیا۔ مرحوم فارسی اور اردو دونوں زبانوں کی شعروشاعری اور تاریخ ادب کے نامور محقق اور فاضل تھے۔ ذکاوت و فطانت کے ساتھ قوتِ حافظہ غیر معمولی تھی۔ قرآن مجید کے حافظ تھے ہی۔ فردوسی کا شاہنامہ بھی انھیں ازبر یاد تھا۔ یورپ میں ایک مدت تک رہ چکے تھے اور وہاں کے نامور مستشرقین سے روابط رکھتے تھے۔ عربی اور فارسی اور اردو کی قلمی کتابوں اور مختلف قدیم اسلامی سلطنتوں کے سکوں کو جمع کرنے کا بڑا شوق تھا اور وہ علمی تحقیق و جستجو کے میدان میں ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے تھے۔ فارسی اور اردو زبان کے شعراء کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکروں اور ان کے مجموعہائے کلام پر ان کی نظر بہت گہری اور وسیع تھی۔ اس کے علاوہ اسلامی تاریخ اور علم عروض میں بھی بڑا درک رکھتے تھے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں پنجاب یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ بیس سال تک اس خدمت پر مامور رہنے کے بعد سنہ ۴۰ء میں اس سے سبکدوش ہوکر اپنے وطن ٹونک میں خانہ نشین ہوگئے۔ اس مدت میں آپ نے بحیثیت نقاد ہندوستان کے علمی اور ادبی حلقوں میں غیر معمولی شہرت پائی۔ اس شہرت کا آغاز اس مقالہ سے ہوا جو "تنقید شعر العجم" کے نام سے انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ "اردو" میں کئی سال تک مسلسل نکلتا رہا تھا۔ اور جواب اسی نام سے کتابی شکل میں چھاپ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آب حیات، آزاد "ہندوستان میں مغلوں سے قبل فارسی" "رباعی کے اوزان" وغیرہ پر جو آپ کے تنقیدی مقالات اورینٹل کالج میگزین لاہور اور دوسرے رسائل میں شائع ہوچکے ہیں ان میں سے ہر ایک مقالہ معلومات اور تحقیق و ژرف نگاہی کے اعتبار سے فارسی اور اردو ادبیات کے طالب علم کے لئے انمول موتیوں کا ایک خزانہ ہے۔ مستقل تصنیفات میں "پنجاب میں اردو" "فردوسی پر چار مقالے" "پرتھی راج راسا" اور "خالق باری" آپ کی قابل قدر علمی یادگاریں ہیں۔ تنقید کرتے وقت مرحوم کے لب و لہجہ میں کہیں کہیں درشتی اور تلخی ضرور آجاتی تھی جو بعض مواقع پر کسی ذاتی یا طبقاتی پرخاش کی غمازی کرتی تھی تاہم بحیثیتِ مجموعی انھوں نے اردو زبان میں فنِ تنقید کا